پاکستان میں علمی دنیا کے مسائل

مولانا مشتاق احمد چنیوٹی
جامعہ عربیہ چنیوٹ

قرآن وحدیث میں علم کے فضائل ومناقب بکثرت بیان کیے گئے ہیں اور حصولِ علم پر خاصا زور دیا گیا ہے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ علم حاصل کرنا ہر مسلمان مرد اور عورت پر فرض ہے۔ بعض نصوص میں اشارۃً اور بعض میں صراحتاً علم کی اہمیت اور اس کے آداب پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ بدقسمتی سے ہمارے ہاں علم سے دنیوی، معاشی، معاشرتی اور سائنسی علوم مراد لیے گئے ہیں اور ان علوم کی دینی عقائد، اخلاقیات وآداب سے موافقت وعدم موافقت سے صرفِ نظر کی جارہی ہے۔ بقول شخصے آج کل والدین یہ تو دیکھتے ہیں کہ ہمارے لڑکے لڑکی نے بی اے، ایم اے کرلیا ہے۔ یہ نہیں دیکھتے کہ اس نے انسانیت بھی سیکھی ہے یا نہیں۔

علم اور چیز ہے آدمیت ہے اور چیز
طوطے کو لاکھ پڑھایا مگر وہ حیواں ہی رہا

دنیوی علوم کو دینی عقائد وروایات سے بے تعلق سمجھنا اور ویسا ہی عملاً سلوک کرنا ایک مسلمان ہونے کے تقاضوں کے خلاف ہے۔ کلمہ طیبہ پر ہر مسلمان کے لیے ایک حلف وفاداری کی حیثیت رکھتا ہے اور دنیوی علوم کے اسلامی احکام سے تصادم اور عدم تصادم کو ملحوظ خاطر نہ رکھنا اس حلف وفاداری کے خلاف ہے۔

اس مختصر مضمون میں دینی ودنیوی علوم کے طلباء وعلماء کو درپیش اہم مسائل کا جائزہ پیش کیا گیا ہے۔ کاش کہ بہی خواہانِ ملت ان مسائل کے حل کی طرف توجہ دے سکیں۔

دینی علوم کے متعلقہ مسائل

(۱) درسِ نظامی کی مشکلات:

درسِ نظامی جو کہ صدیوں پرانا نظام ہے، اسے عملاً ایک نص کی سی حیثیت حاصل ہے جو کہ ناقابل تغیر وتبدل ہے۔ آسان اور عام فہم کتب کی بجائے ہر فن کی مغلق ومشکل کتابیں داخل نصاب ہیں۔ اربابِ مدارس کا یہ دعویٰ ہے کہ یہ سب علوم ہم قرآن وحدیث کو سمجھنے کے لیے پڑھاتے ہیں لیکن قرآن وحدیث کو سمجھنے کے لیے کتنا وقت دیا جاتا ہے؟ کس طرز پر پڑھایا جاتا ہے؟ کیا ان معاون علوم کی بھرمار سے قرآن وحدیث کا مکمل فہم حاصل ہوجاتا ہے؟ آٹھ سال عربی پڑھنے سے کیا عربی بول چال پر قدرت حاصل ہوجاتی ہے؟ ان سوالات کے جوابات ایک مستقل مقالہ کا تقاضا کرتے ہیں۔

(۲) مطلوبہ نتائج کا حاصل نہ ہونا:

یہ درست ہے کہ دینی مدارس برصغیر کو اندلس بننے سے روکنے میں مؤثر کردار ادا کر رہے ہیں اور مدارس کے بدخواہوں کو مدارس کے وجود سے اصل تکلیف ہی یہی ہے کہ مدارس ان کی مزعومہ روشن خیالی کے پھیلاؤ میں اہم رکاوٹ ہیں۔ مدارس کی برکت سے لوگوں کا دین کی طرف خاصا رجحان ہے۔ کوئی مسجد غیر آباد نہیں ہے۔

مدارس کی ان خوبیوں کے باوجود بعض حوالوں سے مطلوبہ نتائج حاصل نہیں ہو سکے۔ مثلاً خدمتِ خلق کا کام دینی مدارس میں بہت زیادہ محدود ہے اور یہ شعبہ ہم نے گلوکاروں کے رحم وکرم پر چھوڑ دیا ہے۔ صرف کراچی کے چند مدارس مختلف ٹرسٹ بنا کر رفاہِ عامہ کے کام کر رہے ہیں۔ نتیجہ یہ ہے کہ عیسائی، قادیانی اور بہائی رفاہِ عامہ کی آڑ میں مسلمانوں کو گمراہ کر رہے ہیں اور روز بروز ان کی تعداد میں اضافہ ہو رہا ہے۔ یہ مدارس کی ایک بڑی ناکامی ہے۔

مدارس کا ایک افسوسناک پہلو یہ ہے کہ دنیوی تعلیم یافتہ حضرات کی طرح علماء کرام بھی بے روزگاری کا شکار ہو رہے ہیں۔ جتنی بڑی تعداد میں علماء تیار ہو رہے ہیں، اتنی ان کی کھپت نہیں ہے۔

(۳) معیاری لائبریریوں کی کمی:

دینی مدارس میں معیاری کتب خانوں کی کمی ہے۔ احقر بعض بڑے مدارس کے کتب خانوں میں بڑے شوق سے گیا لیکن گھوم پھر کر بہت مایوسی ہوئی۔ فی ذاتہٖ اچھے کتب خانے تھے لیکن تحقیق کے تقاضے پورے نہ کر سکتے تھے۔ کسی ایک شعبہ میں بھی مآخذ و مراجع مکمل طور پر موجود نہ تھے۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اتفاقاً جو کتابیں جمع ہو جائیں، ہو جائیں، مطلوبہ کتابوں کی فہرستیں بنا کر کتابیں جمع نہیں کی جاتیں۔ ممکن ہے کہ بعض مدارس کو وسائل نہ ہونے کا عذر بھی ہو لیکن اس عذر سے زیادہ اہم وجہ تحقیق کا اعلیٰ ذوق نہ ہونا ہے۔

(۴) محققین کے مسائل:

اگر کوئی دیوانہ تحقیق کے میدان میں آنکلتا ہے تو اسے بے یارومددگار ہونے کا فوراً احساس ہوتا ہے۔ مآخذ تک رسائی جوئے شیر لانے کے مترادف ہے۔ ایک بڑے جامعہ میں احقر جا پہنچا۔ مہتمم صاحب جو کہ نہ جانے کن کن القاب سے متصف ہیں۔ فرمانے لگے کہ آپ کتب خانہ میں جا کر کتابوں کے نام لکھیں اور ہمیں دیں، ہماری مجلس شوریٰ کا اجلاس ہوگا۔ اس میں فیصلہ کیا جائے گا کہ آپ استفادہ کر سکتے ہیں یا نہیں۔ احقر نے انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھتے ہوئے وہاں سے بھاگنے ہی میں عافیت جانی۔ اگر کوئی محقق تحقیق کے ہفت اقلیم طے کر بھی لے تو اسے اشاعتی اداروں کے منتظمین کا سامنا کرنے کے لیے کوئی اعصابی ٹانک استعمال کرنا چاہیے۔ اس لیے کہ

ابھی عشق کے امتحاں اور بھی ہیں

اشاعتی اداروں کا واحد معیار مصنف کا شہرت یافتہ ہونا ہے۔ جو شخص غیر معروف ہو اس کی کتابیں شائع کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اگر کوئی محقق سفارش یا منت سماجت کی بنیاد پر کوئی کتاب چھپوا لیتا ہے تو اسے رائلٹی کے طور پر کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ بڑی سادگی اور صفائی سے کہہ دیا جاتا ہے کہ ’’صاحب! ہمارے ہاں رائلٹی کا کوئی تصور نہیں ہے۔ ہم آپ کو

ہدیہ کے طور پر پندرہ بیس کتابیں دے دیں گے۔''

یوں ایک غریب شخص جس نے ہزار ہا روپیہ صرف کر کے اور بعض صورتوں میں قرض اٹھا کر کوئی کتاب لکھی ہے۔ وہ بدستور مفلوک الحال رہتا ہے اور پبلشر امیر سے امیر تر ہو جاتا ہے وہی صورت حال پیدا ہو جاتی ہے جو احمد ندیم قاسمی نے بیان کی ہے:

شعر مر گیا فاقوں سے
شعر اہل ہنر کے کام آیا

اگر کوئی شخص بہ دِقت تمام اپنی کتاب خود چھاپتا ہے اور فروخت کے لیے کسی کتب خانہ کو دیتا ہے تو کتابوں کی قیمت وصول کرنا بجائے خود ایک اہم پریشانی ہے۔ کتاب چاہے فروخت ہو بھی جائے دکاندار دو چار کتابیں سامنے شیلف میں رکھی ہوئی دکھا دیتا ہے کہ آپ کی کتاب فروخت نہیں ہو سکی۔ مصنف کو ناشر سے یہ شکایت بھی رہتی ہے کہ اکثر ناشرانِ کتب کے ہاں کتاب پر طبع اوّل، دوم اور قیمت لکھنے کا دستور نہیں ہے۔ وہ جو بھی دعویٰ کریں مصنف اس کو جھٹلا نہیں سکتا۔

(۵) ناشروں کے مسائل:

پاکستان میں ناشر بھی بعض سنگین مسائل سے دوچار ہیں۔ مثلاً:

(الف) کاغذ اور طباعت کے دیگر ذرائع روز بروز مہنگے ہوتے جا رہے ہیں۔

(ب) کتاب خواں طبقہ محدود سے محدود تر ہوتا جا رہا ہے۔

(ج) حکومت کا اندھا قانون بھی پریشان کرتا ہے۔ مثلاً، پاکستان میں قادیانیوں کی آئینی حیثیت سب کو معلوم ہے لیکن بایں ہمہ بعض اوقات قادیانی عقائد پر کتابیں چھاپنے پر بھی پولیس گلے پڑ جاتی ہے۔

(د) حکومتی افسران کی مرضی ہے جس کتاب کو چاہیں اس پر فرقہ واریت اور مصنف و ناشر پر دہشت گردی کا الزام لگا دیں۔ المیہ یہ ہے کہ یہ الزام کسی ثبوت اور تحقیق کے بغیر ہی لگا دیئے جاتے ہیں اور بری ہوتے ہوتے بھی دو چار ماہ جیل بھگتنا پڑتی ہے۔

(۶) جعلی ایڈیشنوں کی فروخت:

بعض ناشروں سے ایک اہم شکایت یہ بھی ہے کہ وہ مصنف و ناشر کی اجازت کے بغیر ہاتھوں ہاتھ بکنے والی کتابوں کے جعلی ایڈیشن تیار کر کے مصنف اور اصل ناشر کو معاشی طور پر نقصان پہنچاتے ہیں اور خود لاکھوں روپے کما لیتے ہیں۔

(۷) اساتذہ پر بے انتہا کاموں کا ہجوم:

دینی مدارس کے اساتذہ ایک قابل رحم طبقہ ہے۔ جسے اچھی تنخواہ دینے کی بجائے مہتمم کہہ دیتا ہے کہ روزی اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ آپ خلوص سے کام کرتے چلے جائیں...... اساتذہ کرام کم تنخواہوں کے ساتھ چھ چھ، سات سات اسباق بھی پڑھاتے ہیں اور دارالاقامہ، مطالعہ تکرار، مطبخ وغیرہ کی نظامتیں اس پر مستزاد...... بے چارے احتجاج نہیں کرتے۔ اس لیے کہ اگر احتجاج کریں گے تو فوراً ان پر عدم خلوص کا قوی شبہ ظاہر کیا جائے گا۔ ان حالات میں اساتذہ نے غیر نصابی مطالعہ و تحقیق کیا کرنا ہے۔

(۸) تحقیقی ذوق کی کمی:

تحقیقی ذوق کا فقدان اب عام ہوتا جارہا ہے۔ مدرسین کا ذوقِ مطالعہ، درسی کتب اور ان کی شروحات تک محدود رہتا ہے۔ بہت کم مدرسین غیر نصابی کتابوں کا مطالعہ کرتے ہیں۔ احقر ایک بڑے مدرسہ میں آٹھ دس سال ناظم کتب خانہ رہا ہے اور اس ذوق کی کمی کا چشم دید گواہ ہے۔ وہ اساتذہ جو سابقہ سطور میں لکھی گئی مشکلات سے دوچار نہیں ہیں، ان کا بھی یہی حال ہے۔ اساتذہ کا ایک مسئلہ یہ بھی ہے کہ مہتمم مدرسہ اپنے ذوق کے خلاف اساتذہ کا ذوق پسند نہیں کرتا۔

(۹) کتابوں کی ناقص طباعت:

دینی کتابوں کے ناشر حضرات کا ایک المیہ یہ ہے کہ وہ مطبع مجتائی اور نول کشور لکھنؤ وغیرہ کی شائع کردہ کتابوں کا عکس شائع کرتے ہیں، نئی کمپوزنگ نہیں کراتے۔ متن کے دائیں بائیں اوپر نیچے حواشی ایک دور میں رائج اور وقت کی ضرورت تھے۔ آج وہ دور نہیں رہا لیکن ہمارے ناشر حضرات اسی ڈگر پہ چلتے آرہے ہیں۔ نہ جانے دورِ حاضر کے تقاضوں سے بے خبر ہیں یا کم پیسہ لگا کر زیادہ کمانے کی فکر غالب ہے۔ مکتبہ امدادیہ ملتان اور بعض دیگر ادارے عمدہ طباعت کے اچھے نمونے قائم کررہے ہیں۔ دیگر اداروں کو بھی ان کی پیروی کرنی چاہیے۔

(۱۰) غیر معیاری کتابوں کی کثرت:

یہ امر افسوسناک ہے کہ بعض افراد بکثرت غیر معیاری کتابیں لکھ رہے ہیں۔ اس طرز کی کتابیں کہ مروجہ اصطلاح کے مطابق ان افراد کو ’’قینچی مار مصنف‘‘ کہا جاسکتا ہے۔ ایسے افراد کو معلوم نہیں کہ علمی دنیا میں کسی بھی شخص کا وقار کتابوں کی تعداد سے نہیں معیار سے بڑھتا ہے اور ایسے ناشروں کے پیشِ نظر تو صرف کاروبار ہے، معیار سے انھیں غرض نہیں۔ المیہ یہ ہے کہ علم و ادب کے قاری کو معیاری کتابوں کے انتخاب میں خاصی دقت پیش آرہی ہے اور اس دِقت کا ازالہ ممکن نہیں رہا۔ کتابوں کی تعداد بڑھانے والے مصنفین کی خدمت میں عرض ہے کہ ایک ہی معیاری کتاب مصنف کو شہرت عطا کردیتی ہے جیسے مخزن اخلاق کے مصنف محض اس کتاب سے پہچانے گئے۔ خوشی محمد ناظر صرف ایک نظم ’’جوگی‘‘ کی وجہ سے متعارف ہوئے۔ تصنیف برائے تصنیف کے ذریعے عوام الناس سے تو داد حاصل کی جاسکتی ہے، علماء و محققین سے نہیں۔

عصری تعلیم کے مسائل

گزشتہ سطور میں دینی علوم کے حوالے سے جو مسائل بیان کیے گئے ہیں، ان میں اکثر مسائل عصری علوم کے حاملین کو بھی درپیش ہیں۔ کچھ مسائل جو صرف عصری تعلیم کے ساتھ مخصوص ہیں۔ ان میں سے صرف چند عمومی مسائل کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔ عصری علوم میں سے ہر ایک شعبہ کے جداگانہ مسائل بھی ہیں لیکن ان کا ذکر کرنا کم از کم میرے لیے ممکن نہیں ہے۔

(۱) نصابِ تعلیم کی خامی:

لارڈ میکالے کا دیا ہوا موجودہ نصابِ تعلیم صرف کلرک پیدا کررہا ہے۔ اس نصاب کا کوئی مقصد و منزل نہیں ہے۔ بقول اکبر الٰہ آبادی پیدا ہوئے، بی اے کیا، نوکر ہوئے، پنشن ملی اور مرگئے۔ یہ ہماری تعلیم و تربیت کا خلاصہ ہے۔

(۲) ہنر مند افراد کی حوصلہ شکنی:

بد قسمتی سے جو افراد اعلیٰ تعلیم حاصل کر لیتے ہیں۔ ان کے لیے نوکری کا حاصل کرنا بہت مشکل بنا دیا گیا ہے۔ ایسے واقعات بھی رونما ہوئے کہ ایم اے پاس کرنے والوں نے چپڑاسی کی سیٹ حاصل کرنے کے لیے درخواست دی۔ ایم اے، ایم بی اے کرنے والوں نے نوکری سے مایوس ہو کر اپنی ڈگریاں نذر آتش کر دیں۔ سائنس کے طلباء نے کئی مفید عام ایجادات کیں لیکن سرکاری سطح پر ان کی کبھی حوصلہ افزائی نہیں کی گئی بلکہ بعض طلباء کے منظر عام سے ہٹا دیئے جانے کی افواہیں سنی گئیں۔ واللہ اعلم بالصواب

(۳) بے روزگاری:

ہر آنے والی حکومت کے بلند بانگ دعووں کے باوجود بے روزگاری کی شرح بڑھ رہی ہے۔ جس کا بخوبی اندازہ روزانہ صبح کے وقت سڑکوں کے کنارے کھڑے ہجوم سے کیا جا سکتا ہے۔

(۴) تحقیقی ذوق کا فقدان:

عصری تعلیم حاصل کرنے والے اکثر حضرات کا مقصد علم نہیں بلکہ سند حاصل کرنا ہوتا ہے اور سند حاصل کرنے کے لیے وہ نقل لگانے، رشوت دینے، سفارش کرانے کے تمام ذرائع استعمال کرتے ہیں اور تحقیقی مقالہ جات لکھتے ہوئے دوسروں کی تحقیقات کو اپنے نام منسوب کرنے سے بھی نہیں چوکتے۔ احقر نے ایم اے کا ایک منظور شدہ مقالہ دیکھا جس میں مولانا محمد تقی عثمانی مدظلہ کی کتاب ''عیسائیت کیا ہے'' کا حوالہ دیئے بغیر لفظ بلفظ نقل کی گئی تھی۔

(۵) غیر اخلاقی روایات کی تعلیم:

سرکاری و غیر سرکاری تعلیمی اداروں میں چند سالوں سے فن فیئر اور دیگر عنوانات سے غیر شرعی اور غیر اخلاقی روایات کو فروغ دیا جا رہا ہے۔ جس کے نتیجہ میں نئی نسل فلموں میں کام کرنے والے مردوں اور عورتوں کو قومی ہیرو تصور کر رہی ہے۔ اصل ہیرو اُسے بھول گئے ہیں۔ گناہ کے کاموں کے متعلق گناہ ہونے کا تصور ذہنوں سے نکلتا جا رہا ہے۔ نئی نسل کے والدین اپنی اولادوں کا دینی و اخلاقی بگاڑ دیکھ کر خاموش ہیں۔ روک ٹوک نہیں کرتے بلکہ بعض تو اس بگاڑ کی قولاً و عملاً حوصلہ افزائی کرتے ہیں۔ یہی نسل کل کو قوم اور ملک کی باگ ڈور سنبھالے گی تو کیا نتائج برآمد ہوں گے، اندازہ کرنا مشکل نہیں ہے۔

(۶) غیر معیاری تعلیمی اداروں کی کثرت:

پہلے تو لوگ سرکاری اداروں میں تعلیمی معیار گرنے کا رونا روتے ہیں۔ اب رہی سہی کسر پرائیویٹ سطح پر قائم کیے گئے، نجی تعلیمی اداروں نے نکال دی ہے۔ لوگوں نے تعلیم کو کاروبار میں بدل دیا ہے۔

....

احقر نے زیر نظر مضمون میں دینی و دنیوی علوم کے حوالے سے مختصر اور جامع گفتگو کی کوشش کی ہے اور تفصیل کے لیے تو کئی دفتر درکار ہیں۔ دینی و دنیوی دونوں شعبوں میں اصلاحات اور مذکورہ مسائل کے حل کرنے کی فوری ضرورت ہے۔